مطبوعات

عرفانستان: از قلم جناب حکیم محمد سعید - ناشر: ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، ناظم آباد، کراچی ۷۴۶۰۰۔

سفید اچھے کاغذ پر بہت نفیس کمپیوٹری طباعت، صفحات ۱۸۲، مضبوط جلد اور اس پر دلکش رنگین ڈیزائن؛ قیمت یک صد روپیہ۔

زوالِ اقدار اور اضمحلالِ اخلاق کے اس تاریک دور میں جبکہ کہیں سے مردوں کے نالہ وشیون، کہیں سے عورتوں کی مہیب چیخیں اور کہیں سے ننھے منے لالوں کی سسکیاں سنائی دیتی ہیں، خدا نے انسانیت کے ڈوبتے سفینے کو بچانے کے لیے جا بجا اپنے بندوں کو مامور کردیا ہے کہ وہ علم کی مشعلیں بھی ہر طرف روشن کردیں اور لوگوں کے دلوں کو جگمگا دیں، ساتھ ہی وہ سفینۂ انسانیت کے چپوؤں اور پتواروں کو سنبھالیں اور اسے امن و سکینت کی منزل کی طرف لے چلیں۔ ایسے پسندیدگانِ حق تعالیٰ میں حکیم محمد سعید کا مقام ہے۔ اب تک جو کچھ لکھا تھا وہی کب کم تھا کہ آج ان کی تازہ کتاب "عرفانستان" نیا سرمایۂ امید لے کر آئی ہے، اور ابھی پیچھے کتابوں کا قافلے کا قافلہ چلا آرہا ہے۔ ایک طرف ان کے قدم کی جادہ پیمائیاں اور دوسری طرف ان کے قلم کی کاغذی صحرا نوردیاں (دارالحکمت اور مریضوں کی خدمت وغیرہ الگ) تحیر افزا ہیں۔ نورستان کے بعد اب عرفانستان!

یہ کتاب رمضان المبارک سے منسوب اور منسلک ہے۔ رمضان قرآن کا خاص مہینہ ہے، یعنی اس میں قرآن پڑھا، سنا اور سمجھا بھی جاتا ہے اور حکیم صاحب نے بات مطالعۂ قرآن ہی سے چھیڑی ہے مگر جس مقطع تک پہنچائی ہے اسے پڑھ کر دل کانپ اٹھتا ہے۔ ذرا دیکھیے:

یہ کیسے ممکن ہے کہ اس کتاب سے تعلق تو ہمیں ویسا ہی ہو جیسا کہ ہم ظاہر کرتے ہیں، لیکن عملاً اس سے ہم اس قدر بے تعلق ہوں کہ یہ کتاب نہ تو ہمارے مدرسوں میں پڑھائی جاتی ہو، نہ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں، نہ اس کا کوئی گزر ہماری عدالتوں

میں ہو' نہ دفتروں' گھروں اور بازاروں میں' حتیٰ کہ ہمارے دلوں میں بھی نہیں!

ہائے! یہ کلیجہ چھیدنے والے سات الفاظ! --- کیا ہم واقعی اتنے گر گئے ہیں کہ خدا' رسولؐ اور قرآن کی باتیں بھی محض فیشن کے طور پر کرنے لگے ہیں' یا مخاطب خواص و عوام پر اپنی محبتِ دین کا رعب جمانے کے لیے؟ مگر حکیم صاحب نے قومی پیمانے پر جو حقیقت دیکھی اور محسوس کی' صاف صاف کہہ دی۔ کاش پتھروں میں بدلے ہوئے دل پھٹ جائیں اور ان سے نور کے دھارے پھوٹ بہیں۔ کاش کہ رواج یافتہ خوشنما منافقت اپنے چہرے سے ریشمیں ڈھاٹا کھول کر پرے پھینک دے اور اپنی آگ میں بھسم ہوجائے۔ مگر محترم حکیم صاحب! کچھ نہ کچھ تو ضرور ہوگا۔ آج نہ سہی' کل سہی۔

مندرجات کی تفصیل عرض کرنا تو مشکل ہے' لیکن موضوعاتِ ابواب سامنے آنے چاہئیں۔ (۱) حکمت و ہدایت (قرآن کی باتیں) (۲) عقاید و افکار (۳) انبیائے اولؑ و آخرؐ (۴) صحابہ کرامؓ (۵) شہادتِ حسینؓ۔ تفضلات رمضان (بشمول عید)۔ ان ابواب میں دین کی ساری ہی ابتدائی معلومات موجود ہیں' عقاید و عبادات بھی اور قرونِ اولیٰ کی تاریخ کے زریں ابواب بھی۔ ایک دو سطری بات سنیے:

> میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہ ساری علمی اور کلامی موشگافیاں دراصل ایمان کو دماغ کی راہ سے وارد کرنے کی کوششیں ہیں ... لیکن احساسات کے بندھن میں جکڑے ہوئے انسان کے لیے ایمان کی اس حلاوت کی ضرورت ہے جو اس کے دل پر اثرانداز ہو۔ (ص ۳۸)

(ن - ص)

میزانِ اقبال: از پروفیسر محمد منور - ناشر: اقبال اکیڈیمی پاکستان' ۱۳۹ - اے' نیو مسلم ٹاؤن لاہور۔ سفید کاغذ خاصا دبیز' کتابت طباعت عمدہ' جلد مضبوط۔ صفحات ۲۳۲۔ قیمت ۵۵ روپے۔ اشاعت دوم۔

کتاب کی بات تو بعد میں ہوگی' مگر اقبال اکیڈیمی کو یہ دفینہ کہاں سے ملا ہے کہ کتاب ویسی' اور قیمت ایسی۔ یہی رفتار رہی تو وہ دن دور نہیں کہ جب مصنف یا اکیڈیمی' پاس سے کچھ عطیہ بھی دے اور شائقِ کتاب سے کہے کہ بھائی ذرا غور و توجہ سے پڑھ لینا' صرف فیشن کے طور پر الماری میں نہ سجا لینا' جہاں پہلے بھی کتنی کتابوں کی لاشوں کو تم نے حنوط کرکے تابوت میں ڈال

رکھا ہوگا۔ ایک مصیبت اور بھی ہے کہ مونگ پھلی اور پالک اور صابن جیسی چیزوں کی قیمتیں تو "کے ٹو" کو فتح کرنے چل نکلی ہیں، اور کتاب کی قیمت اس رفتار سے گر رہی ہے جس سے خود حضرتِ انسان کی!

پاکستان بننے کے بعد میری نظر سے بس چند ہی کتابیں ایسی گزریں کہ محسوس ہوا کوئی دولتِ بے پایاں ہاتھ آگئی۔ ایسا ہی تاثر پروفیسر منور مرزا بالقابہ کی کتاب میزانِ اقبال کا ہے۔ ہم بھی اپنے آپ کو بڑا "اقبالی مجرم" سمجھتے تھے، مگر پہلے بھی دو ایک اصحاب کی کتابوں نے ہماری سخت حوصلہ شکنی کی اور اب میزانِ اقبال نے بھی کہا کہ میاں! قدر خود بشناس۔ آپ کو معلوم ہے کہ کوئی برسوں کا لکھنے والا یوں کسی دوسرے کو مانا نہیں کرتا، مگر ہم درویشوں کی ریت الگ ہے، جہاں دوسرے درویش کو دیکھا اپنے قلم کی طرح سر، خم کردیا۔

حق یہ ہے کہ اقبال آسان رس شاعر تھا، مگر اس کے ساتھ دوسری حقیقت یہ بھی تو گندھی ہوئی ہے کہ وہ علومِ مغربی و دینی کا ایک سمندر بھی تو تھا۔ اس کا ہر شعر اس کے بحرِ علم کا اچھالا ہوا ایک موتی ہے جس نے معلوم نہیں کن کن عربی و عجمی تصورات کی سیپوں میں پرورش پائی ہے۔ مگر ساری چمک دمک اس کی وہ ہے جو قرآن کے حسن آفریں مطالب و مقاصد خاص خاص موتیوں کو دیتے ہیں۔ اس کے کلام کے اجزاء کہیں شخصیتوں سے --- یونانی، ہندی، یورپی، عجمی، عربی --- تعلق رکھتے ہیں، کہیں اسلام کے ابھرنے کی تاریخ سے اور کہیں اسلام کے خلاف اٹھنے والے قدیم و جدید فتنہ ہائے فکر یا معرکہ ہائے خوں ریز کی تصویریں لیے ہوئے ہیں۔ لفظوں کی سطح کے اوپر کچھ کم، اور سطح کے نیچے بہت زیادہ۔ اور پروفیسر محمد منور مرزا کے ذہن کی بڑی بلند پروازیاں ہیں کہ انہوں نے اقبال کے ہاں عربی اثرات کی بھی خوب نشاندہی کی اور عجمیت کے اثرات کی بھی۔ ساتھ ہی مغرب کی فکر سے شعرِ اقبال کے جو ڈانڈے ملتے تھے ان کو بھی نہیں چھوڑا۔

یہ کتاب اتنا کچھ اپنے اندر رکھتی ہے کہ ترجمان القرآن کے محدود صفحاتِ تبصرہ میں تفصیل میں جانے کی گنجائش ہی نہیں، ان کی کتابیں تو تبصرہ طلب کتابوں کے ایک لمبے کیو کے آخر میں کھڑی تھیں۔ ممکن یہی تھا کہ اس مرتبہ ایک آدھ کتاب کا ذکر کردیا جائے۔

مختصراً بات اپنی پسند کی کہوں تو مجھے "توازن" والا باب پسند آیا۔ بات بھی نئی اور دینی حقائق کی ہلکی روشنی میں شعرِ اقبال میں اصولِ توازن کی کار فرمائی، نہایت دلچسپ گوشۂ مطالعہ و فکر نظر آئی۔

ان کے دوسرے موضوعات کلامِ اقبال پر عربی ادب کے اثرات' کلامِ اقبال میں عجم کا مفہوم' علامہ اقبال کی اردو غزل' علامہ اقبال کی نظم نگاری' علامہ اقبال جوش ملیح آبادی کی نظر میں' ابوالاثر بحضور اقبال ' اقبال کا شعری آہنگ اور ضربِ کلیم اور آخر میں اشاریہ اعلام --- رجال ' مقامات' کتب و رسائل' اصلاحات۔ ڈاکٹر سیّد عبداللہ مرحوم کا ذہن افروز مقدمہ اور مولف کی طرف سے ٦ صفحے کا حرفِ آغاز۔ میں انشاء اللہ اس کتاب پر زیادہ تفصیلی تبصرہ "سیّارہ" میں لکھوں گا۔

(ن - ص)

اسلام : مولفہ :مشہور صاحبِ علم و قلم شیخ علی طنطاوی۔ ترجمہ : از جناب مولانا سیّد شبیر احمد۔ ناشر: قرآن آسان تحریک ۱۳ - اے / ۲ ایجوکیشن ٹاؤن' وحدت روڈ لاہور۔ کتابت و طباعت مناسب' کاغذ اچھا نہیں' صفحات ۳۲۰ ۔ سائز ۲۰ x ۳۰ کور دبیز کارڈ' سادہ و رنگین ۔ قیمت ۳۰ روپے۔

شیخ علی طنطاوی کو دنیائے عرب میں خاص شہرت حاصل ہے' اور عرب سے باہر بھی اہلِ علم ان سے دلی تعلق رکھتے ہیں۔ طنطاوی صاحب نے ۵۰ برس میں ۴۰ مطبوعات مشتمل بہ گیارہ ہزار صفحات لکھیں۔ مزید گیارہ مسودات اشاعت کے لیے تیار ہیں۔ شیخ نے تصنیف و تالیف اور درس و تدریس کے جو کام کیے ان کے پیچھے یہ سعادت کارفرما تھی کہ انھوں نے دینِ حق کا علم حاصل کرنے کے ساتھ وہ جدید علوم و مسائل بھی جان لیے جن کی جڑیں سرزمینِ باطل میں اتری ہوئی تھیں۔ مختلف ادوار سے گزرتے ہوئے انھوں نے مختلف علما اور مفکرین کو توجہ دلائی کہ وہ اس نئے طاغوتی دور کے فتنوں کو سامنے رکھتے ہوئے اسلام کو بہت سیدھے صاف انداز میں پیش کرنے کی کوشش کریں۔ مگر ایسی کوئی صورت جامۂ عمل نہ پہن سکی۔

۱۹۳۶ء میں عربی ادب کے استاذ کی حیثیت سے بغداد کے مرکزی کالج میں طلبہ کو پڑھاتے ہوئے بالعموم یہ مطالبہ سامنے آنے لگا کہ ہمیں ایسی کتاب بتایئے جسے پڑھ کر ہم مغربی تعلیم کے زیرِاثر اصحاب کو اسلام کے متعلق جواب دے سکیں۔ ۱۹۶۸ء میں اسی ضرورت کا ایک مقالہ مجلّہ "رابطہ اسلامی" میں شیخ طنطاوی کی طرف سے شائع ہوا۔ بہ عنوان "تعریف عام بدین الاسلام"۔ پھر چاروں طرف سے تقاضے ہونے پر دس دن میں عقاید و ایمانیات پر یہ کتاب لکھی اور مدینہ منورہ سے شائع ہوئی۔ اس کے ۱۲ ہزار نسخے تمام اساتذہ اور معلّمات میں تقسیم کیے گئے۔ پھر یہ اردن' بیروت وغیرہ سے شائع ہوئی۔ طنطاوی صاحب کی بڑی خواہش اس کتاب کے ۲ اور حصے

لکھنے کی تھی۔ مگر اس میدان میں قلم ایسا رکا کہ آگے نہ چلا بلکہ دوسرے نئے راستے اختیار کر لیے۔

اس کتاب میں مبادیاتِ اسلام میں سے ربِ واحد' رسالت' تقدیر' آخرت' وحی وغیرہ موضوعات پر کہیں مکالمے کے انداز سے گفتگو ہے' اور کہیں جدید عقلی اور سائنسی مسائل کو چھیڑ کر بات کی گئی ہے۔ لیکن ساری بحثوں میں عقل کی جولانیاں بھی دکھائی دیتی ہیں' اور یہ کتاب عقل کو ثانوی اہمیت سے آگے کوئی مقام نہیں دیتی۔

نہایت دلچسپ پیرائے میں بحثیں ہیں جنہیں فلسفہ کے گریجوایٹ طنطاوی نے اس طرح مرتب کیا ہے کہ انسان کی سوچ گھوم پھر کر اسلامی حقائق پر جا کر رکتی ہے۔

کتاب طلبہ کے لیے مفید۔ عام مسلمانوں اور اسلام سے ناواقف معلموں اور صحافیوں کے لیے بھی اہم۔

کتاب کے مترجم میرے جانے ہوئے بزرگ ہیں اور کئی سال ادارۂ معارفِ اسلامی میں کام کرتے رہے ہیں۔ عربی زبان میں خاصے بالغ نظر۔ انہوں نے بعض کتابوں کے تراجم کیے ہیں' بعض کی نظر ثانی کی ہے۔ اور اب قرآن تحریک کے اہتمام سے خدمتِ قرآن اور توسیعِ پیغامِ قرآن کا کام کر رہے ہیں۔ خدا انہیں نیک کاموں کی بیش از بیش توفیق دے۔

(ن - ص)

ذکری مسئلہ : تالیف : مولانا عبدالحق بلوچ' سابق ممبر قومی اسمبلی پاکستان۔ ناشر : دارالحدیث' تربت بلوچستان۔ ملنے کا پتہ : المنار بک سنٹر' منصورہ لاہور' پاکستان۔ سفید کاغذ اچھا' طباعت مناسب' کتابت معمولی' مضبوط جلد مع سادہ و رنگین گرد پوش۔ صفحات ۱۱۲ - قیمت ۳۰ روپے۔

بلوچستان میں ' مولانا عبدالحق فرماتے ہیں کہ سال میں دو ایک دفعہ فسادات کا دور دورہ ہوتا ہے خصوصاً رمضان شریف میں۔ روزہ داری' تراویح ' اعتکاف اور تلاوتِ قرآن کے اس مہینے میں یہاں ساری توجہ ان تصادموں پر لگ جاتی ہے' جو کئی سال سے واقع ہو رہے ہیں۔ تربت کا مقام جہاں ذکریوں کا کوہِ مراد (مقامِ حج وغیرہ) واقع ہے' وہاں اکثر کرفیو لگ جاتا ہے۔ قیامِ امن کے لیے فورسز کی ڈیوٹیاں لگ جاتی تھیں۔ B.R.P اور دیگر فورسز کے دستے کئی شہروں میں طلب کر لیے جاتے ہیں۔ دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ ہوتا ہے جس کا اطلاق یک مشت یا اس سے بڑی داڑھی

اور عالمانہ وضع والے لوگوں پر بھی ہوتا ہے۔ ان کی نقل و حرکت ممنوع ہوتی ہے' استثنیٰ یہ کہ کوئی شخص مجسٹریٹ کے دستخطوں سے راہداری حاصل کرلے۔ ہر سال جانیں جاتی ہیں' گرفتاریاں ہوتی ہیں اور مقدمے چلتے ہیں۔

مولانا نے اس کتاب میں ذکریوں کے بارے میں معلومات مہیا کی ہیں' کیونکہ پاکستان کے دوسرے علاقوں میں یہ لوگ ایک معما بنے ہوئے ہیں کہ آخر ذکر کرنا تو کوئی بری بات نہیں۔

اس گروہ کی تاسیس ملا محمد اٹکی نے کی جسے ان کے مرید' پیغمبر بلکہ اس سے بھی کچھ زیادہ مانتے ہیں۔ ۹۷۷ھ اس کا سال ظہور ہے۔ اسے چونکہ نور مانا جاتا ہے اس لیے اس کے تولد یا ماں باپ کا کوئی تصور نہیں ہے۔ اس نے نماز کو منسوخ کر کے چند اوقات کے ذکر کو مقرر کیا۔ اس لیے یہ گروہ ذکری کہلایا۔

ذکری کہتے ہیں کہ اس کے نوری وجود نے دنیا سے کچھ کھایا پیا نہیں' بلکہ صرف جنت کی ایک نہر سے ایک من دودھ کا عمر بھر میں استعمال کیا اور جنت کے میووں اور کھانوں سے دس من استعمال کیا۔

ملّا محمد اٹکی کہتا ہے کہ میرے نور کا عکس کچھ فرشوں پر پڑا تو وہ ستر ہزار برس تک بے ہوش پڑے رہے۔ اس کے نور سے تمام اولیا مستفید ہوئے۔ ذکری دین بتاتا ہے کہ ملا محمد اٹکی کا نور خدا نے اپنے آپ سے پیدا کیا اور پھر باقی تمام انبیاء اور کائنات اسی نور سے پیدا ہوئی۔

ذکری دین کا کلمہ یہ ہے کہ ۔ لا الہ الا اللہ ' نور پاک ' نور محمد مہدی رسول اللہ۔

ذکر اور سجدہ میں کسی متعین سمت کے قائل نہیں۔ سجدہ ایک ہی کرتے ہیں' دو نہیں۔ مال میں سے دہ یکی دینا طریقۂ امتِ محمدیہ ہے' لیکن نور مہدی پاک پر ایمان لانے کے لیے لازم ہے کہ مال کا ساتواں حصہ اساتذہ اور عالم فاضل لوگوں کو دے دے۔ جو شخص دینِ مہدی کی طریقت پر عمل کرتا ہو وہ ۵/۱ دے۔ یہ احکام تمام اموال کے لیے ہیں اور نصاب وغیرہ کوئی نہیں۔

کوہِ مراد نام کی پہاڑی ہے۔ جس کے ساتھ توابع کو ملانے سے ایک وسیع ادارہ بن جاتا ہے' مثلاً ملائے کوہ' گل ڈن' کوہِ امام' زم زم وغیرہ۔ بنیادی اہمت کوہِ مراد کی ہے جو مقامِ محمود بھی ہے۔ یہیں ایک دیوار میں خاص پتھر نصب ہے جسے حجرِ اسود کہتے ہیں۔

زمزم کے نام سے پرانی کاریزوں کا پانی ' اب خشک ہے۔ ذکری کہتے ہیں کہ گنہ گاروں کے یہاں نہانے کی وجہ سے پانی سوکھ گیا ہے۔ تفاصیل کتاب میں دیکھیے جس میں متعدد دوسری کتابوں کے نام ہیں اور ذکریوں کے اپنے لٹریچر کا بھی ذکر ہے۔

کہنا یہ ہے کہ ملتِ اسلامیہ میں خوارج سے لیکر' حشیشین تک' اور قیدِ شریعت سے آزاد اہلِ طریقت سے لے کر قادیانیوں اور ذکریوں تک کیا عجیب سامانِ عبرت ہے۔ مذہب کے سوانگ رچانے اور ڈھونگ چلانے کے لیے ماہرین کو چند اہم نکات مل گئے ہیں' ان نکات کی بنا پر نت نئے فتنے لباسِ تقدس میں نمودار ہوتے ہیں۔ خوب جان و مال قربان کرتے ہیں' مگر خدا کے سچے سادہ دین سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ شیطان نے یہ حربہ نکالا کہ مذہب پسندوں کو نت نئے مذہب گھڑ کر دیے۔ میرا خیال ہے کہ کوئی خدائی دعویٰ بھی کرے تو اس کو اپنے حصے کے بے وقوف مل جائیں گے۔ ہر بت انسانوں کی تمنائیں پوری کررہا ہے' ہر قبر کو اسی مقصد کے لیے استعمال کیا جارہا ہے' بس اللہ میاں بیٹھے پکارتے رہیں کہ مجھ سے مانگو' میں دعائیں سنتا ہوں اور ان کے جواب دیتا ہوں (کارروائی کرتا ہوں) تمہاری حاجات پوری کرتا اور تم سے مصیبتوں کو دور کرتا ہوں' مگر تم میری آواز نہیں سنتے اور اپنی من مانیاں کرتے ہو۔ اچھا قیامت کے دن سب کچھ سامنے آجائے گا۔

(ن - ص)

تماشائی : مصنف ' م نسیم۔ ترتیب : ڈاکٹر سید عبدالباری وانتظار نعیم۔ ناشر: ادارہ ادبِ اسلامی ہند' ۲۴۴۸ بارہ دری شیرافگن ' بلیماراں' دہلی' ملنے کا پتہ : مرکزی مکتبہ اسلامی' بازار چتلی قبر' دہلی ۱۱۰۰۰۶۔ ضخامت ۲۵۰ صفحات۔ مجلد سادہ رنگین گرد پوش۔ قیمت ۵۰ روپے۔

کتاب حفیظ میرٹھی صاحب کے اس شعر سے منسوب کی گئی ہے۔

نہ ہوں حیران میرے قہقہوں پر مہرباں میرے
فقط فریاد کا معیار اونچا کرلیا میں نے

سچ یہ ہے کہ کتاب ہمہ تن فریاد ہے۔ اولاً مصنف کے خلاف (شاید زیادہ قصور مرتبین کا ہو) جس نے اس کتاب کو مجموعہ بنا دیا افسانوں' پیروڈیز' ناولٹ اور دیگر تخلیقات کا' یعنی ادبی آچار کا مرتبان جس پر لیبل لگا ہوا کہ اندر کیا کیا کچھ ہے۔ دوسرے کتاب فریادی ہے اپنے دور کے ادب نوازوں کی کہ جن پر رحم کھا کر جناب مصنف نے ۱۹۶۰ میں چھپنے والی اس کتاب کو ۳۰ سال تک روکے رکھا۔ محبانِ فن کی نزاکت احساس کا اتنا لحاظ کہ کہیں ان کے حساس ذہنوں کے آبگینوں میں چھید نہ پڑ سکیں۔ بس یہی چیز م نسیم صاحب کے بے نیازانہ ادبی مرتبے کو واضح کرتی ہے۔ اگر انہیں ادیبوں اور قارئین کے نازک سے اعصابی ریشوں کے جھیر جھیر ہوجانے کا خطرہ نہ ہوتا تو وہ اتنی کتابیں لکھ چکے ہوتے کہ تماشائی کے بجائے تماشا بن جاتے۔ اور بچارے انتظار نعیم کا احساس

بالکل ہی دوسرا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ "اردو دنیا ایک عظیم فن کار کے جواہر پاروں سے محروم ہونے سے بچ گئی"۔ "سبحان اللہ ! ارے بھائی دنیا جواہر پاروں کی فریفتہ نہیں ہے' اسے تو ادب میں ثقافتی پکوڑوں اور اجنبیت کے رس گلوں کا چسکا ہے۔

مصنف "سیلز گرل" میں جہاں کتنی ہی نامعقولیتوں کی طرف نہایت معقول انداز میں اثر انگیز اشارے کرتا ہے' وہاں اس کی جہاں بینی اور دیدہ وری بہت حیرت ناک ہے۔

مثلاً کہیں تو وہ غیر انسانی تمدن میں کَسی ہوئی کسی شخصیت کے اندر سے اس کے فطری اور جبلّی تقاضوں کو ایک خاص تدریج کے ساتھ ابھار کر سامنے لے آتا ہے۔ جیسا کہ سیلز گرل کی دلچسپ کہانی میں ہے۔ یہ نفسیاتی عوامل کا جائزہ بھی ہے اور مادی تمدن اور فطرت کے پروردہ حقیقی انسان میں تصادم کا آئینہ دار بھی۔ کتنے ہی مرد اور کتنی ہی لڑکیاں ایسی ہوں گی جو اس تصادم کا عذاب بھگت رہی ہیں۔

دوسری بڑی اہم چیز جسے مقدمہ نگار حمید اللہ صدیقی صاحب نے ہماری کاوش کے لیے مخفی رہنے ہی نہیں دیا' وہ اردو مختصر افسانہ کے دفتروں کے مقابلے میں نہایت توجہ طلب مقام رکھتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ م نسیم صاحب ماحول کا تماشا کرتے ہوئے ایسے سادہ اور عام سے افراد کو لے کر عظیم کردار بنا دیتے ہیں کہ ان کی زندگی کے معمولی سے ظاہری پیرائے کے اندر نیکی اور خدمتِ انسانیت کی ایسی لمعہ افگن روشنی پھوٹی پڑتی ہے کہ ہم دم بخود رہ جاتے ہیں۔ معاملہ نورِ الٰہی کا لیجیے۔ اس کے تین لانچ چلتے ہیں۔ مگر اپنا رہن سہن معمولی ہے' بینک میں کوئی سرمایہ نہیں' وہ سودی لین دین کو حرام سمجھتا ہے۔ کوئی سمجھ نہیں پاتا کہ اس کی اتنی بڑی آمدنی کدھر جاتی ہے --- نہ تاش' نہ جوا' نہ تماش بینی --- عجیب راز ہے۔ جب وہ مرجاتا ہے تو قبرستان سے واپسی پر ملنے والی نوٹ بک کے اندر لکھے ہوئے کچھ نام پتے اور کچھ اعداد و رقوم' کچھ حدیثیں درج ہیں' تب اس کی پُراسراریت اور بڑھ جاتی ہے۔ آخر اس کا ایک قریبی دوست یہ راز کھولتا ہے کہ نورالٰہی بیواؤں کی امداد اور غریب بچوں کی فیس وغیرہ ادا کرتا تھا۔ افسانہ ایک اعلیٰ مقصد رکھتا ہے' مگر بظاہر صرف افسانہ ہے۔ اور قاضی ہاؤس کے ادھنے والا قصہ جسے کوئی کسٹمر تپائی پر چھوڑ گیا ہے۔ ہر ایک اگر اس ادھنے کو دیکھتا ہے اور گزر جاتا ہے۔ کئی دن بعد ایک بھنگی چار دن کی چھٹی کے بعد آتا ہے۔ اور جھاڑو دے کر ادھنہ اٹھا کر جیب میں ڈال لیتا ہے۔ خدا لگتی کہیے' کیا اثر ہوا آپ پر ؟ تماشائی پیچھے پیچھے گیا کہ وہ کیا کرتا ہے۔ باہر ایک اپاہج دکھائی دیا۔ خاکروب نے ایک ادھنہ اپنے پاس سے ڈالا اور دو ادھنے اپاہج کے ہاتھ پر رکھ دیئے۔ اب سوچیے کہ وہ بھنگی کتنا بڑا

انسان تھا۔

یہی خوبی اور افسانوں میں بھی ہے' مگر ہر جگہ رنگ دوسرا ہے۔ مزید افسانوں کے علاوہ پیروڈیز' ڈرامہ' ناولٹ اور مزاح کے صفحات کا بھی یہ حال کہ ہر گوشہ بساط (م نسیم نے بساط خانہ بھی چلایا) "دامان باغبان و کف گل فروش ہے"۔ "فضل ربی" میں مزاح کی ایک نئی روش نکالی گئی ہے' لطف ہی آگیا۔

مگر بھئی! ہم تبصرہ نگار وغیرہ نہیں' بس کتابوں کا شائقین سے تعارف کرا دیتے ہیں۔ آگے کتاب جانے اور کتاب خواں۔

خلاصہ یہ کہ پچھلے ۵۰ سال سے بادۂ ادب میں جنسیت اور بے حیائی اور یاوہ گوئی کے جو زہریلے اجزا انسانی ذہنیت کو تباہ کرنے کے لیے داخل ہوتے رہے ہیں اب خدا کے فضل سے گھٹیا جنسیت کے" "لولی پاپ" (صحیح تلفظ مجھے نہیں معلوم) کو چوستے رہنے والے ادب و فن کے مقابلے میں ایک نیا ادب تیزی سے نشوونما پا رہا ہے جس کا ہدف تعمیرِ انسانیت اور بحالیٔ اقدار ہے۔ اس نئے محاذ کے ایک قابل ترین جنرل کا نام م نسیم ہے جو اپنے ادبی محاذ سے مفرور ہے۔ کتاب "تماشائی" کے چھپنے سے امید ہوتی ہے کہ شاید ہمارے گم شدہ جنرل صاحب واپس آجائیں۔ کوئی کورٹ مارشل نہیں ہوگا۔ (ن - ص)

قرآنی ضوابط : از قلم پروفیسر احسان الحق چیمہ ایم اے ایل ایل بی' ناشر: ادارۂ معارف اسلامی' منصورہ لاہور۔ تقسیم کنندہ اور ملنے کا پتہ: المنار بک سنٹر' منصورہ' ملتان روڈ لاہور۔

احسان الحق چیمہ صاحب کی کتاب بڑی دلچسپ ہے۔ خصوصاً ابتدائی اوراق کھولتے ہی ان کا مضمون کچھ اپنے بارے میں نظر پڑا۔ پھر لفظوں نے نظروں کو ایسا پکڑا اور پکڑ کر تاآخر نظروں کو رہائی ملی' مگر اب دماغ میں کھد بد ہونے لگی۔

اس طرح باب اوّل میں بطور مسلم کام کرنے کا ڈھنگ بتایا ہے' جس کا پہلا سبق یہ ہے کہ "اپنا طرزِ زندگی بدلیں۔" بس پھر پورے دس ابواب میں قرآنی ہدایات و تعلیمات کے ساتھ ساتھ اپنے دلچسپ تجربات و مشاہدات اور بزرگانِ سلف کی حکایات مل جل کر پڑھنے والے پر بڑا اثر کرتے ہیں' کیونکہ کہنے والے کا انداز پُرخلوص ہے۔ مختصراً اس کتاب میں چیمہ صاحب نے بڑی اچھی زبان میں (ماسوا اس کے کہ وہ "بیمار شیمار" لکھتے ہوئے اردو سے پھسل کر پنجابی میں چلے گئے

ہیں) اور بڑے خوبصورت اسلوب سے لکھی ہے اور اس میں غیر معمولی جاذبیت اور دلچسپی اوسط درجے کے تمام لوگوں' بالخصوص نوجوان طلبہ کے لیے ہے۔

یہ کتاب "برخیز" ("از ہندو عراق و عرب و ہمہ داں خیز") کا پیغام دیتی ہے کہ عملی جدوجہد پر ابھارتی ہے' یہ احتساب کو لازم ٹھہراتی ہے' یہ حیاتِ دنیا کو امتحان قرار دیتی ہے' اور علاوہ ازیں دین کے تمام بنیادی مسائل اور رواج باختہ مباحث پر قرآن سے روشنی ڈالتی ہے۔

اس کتاب کی داد یہی ہے کہ اسے خریدیئے اور پڑھیے۔

(ن - ص)

دل کے امراض : مصنفہ ڈاکٹر اقبال کاردار صاحب۔ ناشر: حیات جی پبلشر' چوک اردو بازار لاہور۔ کاغذ نیوزپرنٹ۔ صفحات ۲۵۶۔ گتے کی جلد سادہ رنگین ڈیزائن سے آراستہ۔ قیمت ۵۰ روپے' پیپر بیک ۳۲ روپے۔

بالفاظ مصنف : "دل در حقیقت ایک اعجاز آفریں مشین ہے' دنیائے عقل و شعور نے اسے حیرت انگیز عضو قرار دیا ہے --- ایک دن میں ایک لاکھ بار سے زیادہ ضربات کے ذریعے جسم کی ساٹھ ہزار لمبی شریانوں میں پانچ سے دس ٹن تک خون کو دھکیلتا ہے۔ . . . اس کی قوت ۱/۶ ہارس پاور کے برابر ہے۔

دلچسپ یہ ہے کہ بہت سے لوگوں کا دل ہوتا ہی نہیں' یعنی کوئی اڑا لے جاتا ہے' کبھی یہ ریزہ ریزہ ہوجاتا ہے اور کبھی کوئی شخص خوانچہ اٹھا کر صدا لگاتا ہے کہ "من قاش فروش دل صد پارۂ خویشم"۔ دلچسپ یہ کہ ایسے ہی لوگ زیادہ تر ادھیڑ عمر میں شعبۂ امراضِ قلب میں داخل ہوتے ہیں اور جاں پر بنی ہوئی ہوتی ہے۔

امراضِ قلب کے بڑھتے ہوئے واقعات کو سامنے رکھ کر ڈاکٹر صاحب نے اسے وبائے عصری قرار دیا ہے۔ کیونکہ یہ زمانہ اپنے ساتھ بہت سے اسباب امراضِ قلب کے لایا ہے اور شاندار علاج بھی۔ پھر مفید اور مضر دونوں قسم کی غذاؤں' عادات اور عوامل کا بیان ہے۔ دل کے دورے سے اور اس کے طریقِ علاج سے ڈاکٹر صاحب نے قارئین کو آگاہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ ساتھ ہی ہائی بلڈ پریشر کے بارے میں بھی معلومات دی ہیں۔ جس کا تعلق امراضِ قلب سے بہت ہے۔ ورزش کی اہمیت پر لکھا ہے۔ کولیسٹرول کی مضرت اور لہسن کی افادیت پر بھی اظہارِ خیال کیا ہے۔ یقیناً عوام کی رہنمائی کے لیے مختلف عام امراض کے بارے میں لٹریچر شائع ہونا چاہیے' بلکہ کاش

کہ اس کا انتظام ڈاکٹرز ایسوسی ایشن کے ذریعے ہو۔

ویسے ریڈیو، ٹیلی وژن، اخبارات اور دیگر لٹریچر اس انداز سے بھی عام نہیں کیا جانا چاہیے کہ ایک خوف اور ایک وہم سا لوگوں میں پھیلنے لگے اور حسّاس لوگ نفسیاتی طور پر واقعی مبتلائے مرض نہ ہو جائیں۔ میں نوعمری سے لے کر آج تک مرضِ دل کے حملے کا اندیشہ کرتا رہا ہوں۔ آخر معاملہ اپنی انجائنا پر آپہنچا ہے جس کی وجہ وہم نہیں بلکہ عمر کے لحاظ سے کارکردگی اور حساس پن کی زیادتی ہے۔ اور جتنا آرام لیا جانا چاہیے، اس میں مجھے کامیابی نہیں ہو رہی۔ کیونکہ لکھنا پڑھنا ایک عادت نہیں، ایک ایسی لذت بن گیا ہے کہ اس سے نجات نہیں۔

بہرحال ڈاکٹر صاحب کی کتاب بہت سے لوگوں کو حفاظتِ دل میں مدد دے گی۔ البتہ ایک ضروری چیز ڈاکٹر صاحب کی کتاب میں جگہ نہ پا سکی۔ منفی جذبات اور گھٹیا خیالات نیز نفس پرستانہ خواہشات، دل پر بہت برا اثر ڈالتی ہیں۔ منشیات کو بھی شامل کرلیں۔ اسی طرح اخلاقی لحاظ سے بے اصولی اور بے ضمیری کی زندگی گزارنا اور دوسروں کی خدمت یا ملک و ملت کی بھلائی کے لیے کوئی حصہ ادا نہ کرنا، یہ طرزِ حیات بھی دل پر بوجھ بڑھا دیتا ہے، کیونکہ بہت سے امورِ مسرت سے وہ محروم رہ جاتا ہے۔ ذکر و نماز Tensions کو روکتی ہے، اس وجہ سے دل کا ذریعۂ تحفظ ہے۔ ہمارے مسلمان ڈاکٹروں کو ایسے پہلوؤں کی طرف بھی توجہ دینا چاہیے۔ (ن - ص)

انفاق فی سبیلِ اللہ: ابن عبدالشکور۔ ناشر: دعوت الاسلام سنٹر ۴ ایم، نمبر ۳ اسٹریٹ (نزد بیت المال شادی محل) چار مینار، مسجد روڈ کراس، شیوا جی نگر، بنگلور ۵۶۰۰۵۱۔ انڈیا۔

۹۶ صفحے کا یہ پمفلٹ سادہ و رنگین ورق کے ساتھ صرف آٹھ روپے میں ملتا ہے۔ اس میں ابن عبدالشکور صاحب نے انفاق فی سبیل اللہ کے متعلق قرآن و حدیث سے اخذ کردہ مقدس کلمات کو نمایاں کیا ہے، آیاتِ قرآنی کی ترجمانی تفہیم القرآن کے مطابق کی گئی ہے۔

دولت اور معیارِ زندگی اور اسرافیات و تعصبات کے بتوں کی پوجا کے اس دور میں موضوعِ انفاق پر لکھنا ضروری تھا۔ زیادہ دولت کسی کے پاس آجائے تو یہ مقصد نہیں کہ وہ خوب کھلے دل سے اپنے مسائل و ضروریات پر اور تقریباً نمائش کاری پر صرف کرے جس کا نتیجہ یہ ہو کہ آخرت میں جواب ملے کہ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا۔ (الاحقاف ۴۶: ۲۰) جائیے آپ لوگ بھی دنیا ہی میں اپنی ساری نعمتیں برت چکے۔ اب یہاں تو ذلت کا عذاب

ہے۔ ایک دولت کمانا ہوتا ہے دین کے لیے اور محتاج و مساکین کی مدد کے لیے' فلاحِ عامہ کی خدمات کے لیے' جہاد کی ضرورتیں پوری کرنے کے لیے۔ یہ عین مطلوب ہے۔ اب مزے اڑانے کے لیے' اچھے پہناوے کے لیے اونچی عمارتیں بنانے کے لیے' صوفوں اور قالینوں سے کوٹھیاں سجانے کے لیے' اعلیٰ درجے کی سواریوں کے لیے' یہ میدان ایسا کھلا ہے کہ اس میں جدھر نظر ڈالو' ضرورتیں ہی ضرورتیں نظر آتی ہیں اور ان ضرورتوں کے لیے قارون کا خزانہ بھی کافی نہیں ہوگا۔ ۵۰ ہزار روپے ماہانہ آمدنی رکھنے والے نے اگر ۲ ہزار روپے راہِ خدا میں خرچ کردیے تو یہ محض اس لیے ہیں کہ اسرافیات و تعیشات کے ہنگاموں کو جاری رکھتے ہوئے کچھ تھوڑا سا نفاق ضمیر کو شور کرنے سے روک دیتا ہے۔ یہ دنیا کی دھوکے کی ٹٹی اور اس میں دولت کی لگی ہوئی خس کا کمال ہے کہ ہر طرف تڑپتے لوگوں' دین کی پامالی اور مسلمانوں کی' حتیٰ کہ پڑوسیوں کی خستہ حالی کے باوجود آدمی توند پر ہاتھ لے کر مزے سے ڈکار لیتا ہے' اور نئی نئی آمدنیوں اور نئے نئے مصارف کے لیے خواب دیکھتا رہتا ہے۔ وہ اپنی ایک دنیوی حیثیت کی حدود تو مستقلاً متعین کردیتا ہے' اس دائرے سے جو مال بچ رہے وہ اللہ کا ہوا۔

اس ذلیل حالت کے لیے انفاق فی سبیل اللہ کی بڑی بھاری اہمیت ہے۔ انفاق' اسراف کا علاج ہے' انفاق دولت پرستی' عیش پرستی' دنیا پرستی اور معیار پرستی کا علاج ہے۔

اب آپ خود ابن عبدالشکور صاحب کی کتاب کے اندر مختلف چھوٹے چھوٹے ذیلی عنوانات کے تحت قرآن اور حدیث کے احکام کو پڑھیں۔ ان سے حاصل شدہ اسباق کو نوٹ کریں اور پھر زندگی میں آج ہی سے اس پر عمل شروع کردیں۔ خدا توفیق دے۔ (ن - ص)

آسان ترجمۂ قرآن کریم: مرتبہ: حافظ نذر احمد۔ مسلم اکادمی ۱۸ / ۲۹ محمد نگر' اقبال روڈ' لاہور۔ لکھائی چھپائی دیدہ زیب' سفید کاغذ' ہر پارہ دو رنگا' آرٹ کارڈ کی جلد میں۔ جملہ ۱۳۰۰ صفحات۔ ہدیہ ساڑھے سات روپیہ فی پارہ (اگرچہ لاگت فی پارہ ۹ روپیہ دس پیسہ آئی ہے اور تاجرانہ کمیشن اور طلبہ کے لیے خصوصی رعایت بھی ادارہ کے ذمے ہے)۔ پوری جلد کا ہدیہ اس کارِ خیر کے بعض معاونین کے تعاون کی بنا پر صرف ۶۵ روپے رکھا گیا ہے۔

حافظ نذر احمد صاحب کو پاکستان کے دینی حلقوں میں کون نہیں جانتا۔ وہ کئی سال سے عرصہ تاریخ میں ہیں اور یکے بعد دیگرے نئے نئے بھاری کام نکالتے رہتے ہیں اور پھر عزائم کے جو

خواب بناتے ہیں، انہیں پورا کر دکھاتے ہیں۔

حافظ صاحب بتاتے ہیں کہ برصغیر پاک و ہند میں یہ پہلا ترجمہ ہے کہ جو اہلِ سنت و الجماعت -- دیو بندی، بریلوی، اہلِ حدیث (تینوں مسالکِ فکر) کے علمائے کرام کا نظر ثانی شدہ اور سب کی سندِ قبولیت رکھتا ہے۔

آسان ترجمۂ قرآن لفظی بھی ہے، سلیس بھی ہے۔ پہلی سطر میں قرآن کا متن جلی حروف میں ہے (فی صفحہ ۶ سطر میں) دوسری سطر میں ہر لفظ جدا جدا خانے میں، اور تیسری سطر میں ہر لفظ کے نیچے اس کا اردو ترجمہ، پھر چوتھی سطر میں رواں ترجمہ۔ اہتمام یہ کیا گیا ہے کہ ہر سطر کا ترجمہ اسی سطر (یا صفحہ) میں رہے۔ لفظی اور رواں ترجمہ میں کوئی خاص فرق نہیں۔

"آسان ترجمۂ قرآنِ کریم" کے کارِ عظیم کا آغاز ۳ دسمبر ۱۹۸۷ء کو بیت الحرام مکہ مکرمہ میں حافظ صاحب نے کیا۔ تکمیل ۳ دسمبر ۱۹۹۱ء کو مدینہ منورہ میں مسجدِ نبویؐ کے صُفّہ پر ہوئی۔

آپ حیران ہونگے کہ پورے کلامِ مجید کی تکمیل سے پہلے ہی چار سال میں ایک لاکھ سے زیادہ پارے جمع ہوچکے ہیں۔ تا حال کسی ایک شخص نے بھی شکایت یا غلطی کی نشاندہی نہیں کی کہ یہ بات فلاں مسلک کی ہے اور فلاں کے خلاف۔

عمومی اشاعت کے علاوہ اس وقت تک ۱۳۰۵ افراد (طلبہ و طالبات) کسی استاد کے بغیر بذریعہ خط و کتابت آسان ترجمۂ قرآن کا درس لے چکے ہیں۔ ہر پارہ کا گھر بیٹھے امتحان ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں جیل خانہ جات میں ۱۷۰۸/ افراد پہلے ہی سے شریکِ تدریس ہیں۔

میرا خیال یہ ہے کہ حافظ صاحب نے جس شرافت و انکسار کے ساتھ اب تک کئی سنجیدہ خدمات دین و علم انجام دی ہیں، اسی طرح ان کی یہ خدمت بھی اجر دارین کا باعث ہوگی۔

لوگ ان کے ترجمۂ قرآن کو حاصل کریں، پڑھیں اور لادینی و لغویات کے اس دور میں تعلیم و تعلم قرآن کو اپنے لیے مضبوط ڈھال بنائیں۔ کوئی گھر خالی نہ رہے جہاں قرآن پڑھا نہ جاتا ہو، کوئی مسجد ایسی نہ ہو کہ جہاں درسِ قرآن (غیر فرقہ وارانہ) کا دور دورہ نہ ہو، اور کوئی فرد، بوڑھا، نوجوان، خصوصاً بچہ ایسا نہ رہے کہ جسے قرآن پڑھایا نہ جا رہا ہو۔ قرآن اگر دلوں میں گھر کرلے تو پھر وہ عملی زندگی کو معصیت کی تاریکیوں سے نکال کر دین حق کی روشنی میں لاتا ہے۔ صرف قرآن کا طالب علم ہی جان سکتا ہے کہ کیسے کیسے طاغوتی اندھیرے کیسے کیسے روپ دھارے اس کے سرو سینہ پر لدے زندگی کو عذاب بنائے ہوئے ہیں۔ کاش کہ آپس میں لڑنے والے علما اور سیاسی لیڈروں کو ملحدانہ نظریات اور فاسقانہ کلچر کے اندھیروں کے وہ بھوت نظر آسکیں جو اتحاد

ملت اور عروج اسلام کا راستہ روکے کھڑے ہیں۔(ن ص)

اسلامیات : تالیف : سید طاہر رسول قادری۔ ناشر : ادارہ معارف اسلامی ۳۵ - D' بلاک ۲' فیڈرل بی ایریا' کراچی' کوڈ نمبر ۷۵۹۵۰۔ سفید کاغذ پر بہت اچھی کمپیوٹری طباعت۔ سرورق دبیز آرٹ پیپر' رنگین وسادہ۔ قیمت درج نہیں۔

میں نے اس کتاب کے تمام ابواب پر ایک نظر ڈال لی ہے۔ مجھے بعض خاص مسائل کے متعلق خیال تھا کہ ان میں کوئی بات الجھ جائے' مگر طاہر رسول قادری جیسے نستعلیق آدمی کے بارے میں ایسے ہر گمان کی تردید کتاب نے کردی۔ چونکہ یہ دینیات کا ایک کورس ہے جس پر درج ہے کہ "پاکستان بھر کے پروفیشنل کالجز کے نصاب کے مطابق" تو پھر ظاہر ہے کہ اصولی قسم کے مندرجات تبصرہ میں درج کرکے ان پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ البتہ اس ترتیب سے قارئین کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں جو مؤلف نے اختیار کی ہے۔ "اسلام کی بنیادیں" (توحید' رسالت' آخرت) "عبادات" (اسلام میں تصورِ عبادت ---- نماز' روزہ' زکوٰۃ' حج' جہاد) "شریعت کے بنیادی ماخذ" (قرآن' حدیث' اجماع' قیاس) "حصولِ علم کے ذرائع" (حواس' عقل' وجدان' وحی)' "اسلام کا فلسفہ اخلاق و معاشرت" (اسلام کا معیارِ اخلاق' پسندیدہ صفات' اسلام میں نیکی اور بدی کا تصور' کسبِ حلال)' "اسلام کا اصولِ سیاست" (اسلامی ریاست کی بنیادی خصوصیات' مدینہ کی اسلامی ریاست' سربراہِ مملکت کی ذمہ داریاں' شہریت اور اس کی بنیادیں' اسلامی ریاست میں شہریوں کے حقوق و فرائض) "اسلام کا نظامِ معیشت" (ملکیت اور تصرّف کا حق' تقسیمِ دولت' تقسیمِ دولت کی صورتیں' زکوٰۃ و عشر)' اختتامی باب : "اسلام ایک متحرک قوت۔"

اس سے مولف کے ذہن اور ترتیب مباحث کی معنویت واضح ہوجاتی ہے۔

مختصر پیش لفظ سہیل فاضل عثمانی اسسٹنٹ پروفیسر این ای ڈی یونیورسٹی کے قلم سے ہے۔ مؤلف نے ایک تمہیدی مضمون "اسلام کیا ہے" میں ایک جامع نظر ڈال کر اسلام کے بارے میں بعض مغالطوں کا ازالہ کیا ہے' اس کے دینِ فطرت ہونے اور اسلام اور ایمان میں فرق کے حقائق کو واضح کیا ہے۔ سہیل فاضل عثمانی صاحب نے کتاب کی تحسین میں یہ اہم الفاظ لکھے ہیں :

سچ تو یہ ہے کہ سالانہ طریقۂ امتحان (Annual Exam System) کے تحت ایک ایسی کتاب کی ضرورت بھی تھی جو پورے کورس کی جملہ ضروریات اور تقاضوں کو پورا کرتی ہو۔ میری نظر میں کتابِ ہذا میں مذکورہ تمام پہلوؤں کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

کچھ کتابتی اغلاط نوٹ تو کیں مگر پھر خیال آیا کہ کمپیوٹر کی طباعت میں اس مصیبت کا حل بڑا مشکل ہے۔ للذا معاف ! (ن - ص)

تاریخی مضامین : از علامہ محمد عبدالشکور فاروقی لکھنوی۔ صفحات ۱۷۶۔ ناشر ادارۂ تحفظ ناموس اہلِ بیت پاکستان۔

میں نے نو عمری میں اخبار انجم کے ذریعے مولینا محمد عبدالشکور فاروقی کی تحریریں مسلسل پڑھیں۔ حافظے میں یہ اثر باقی ہے کہ زبان شائستہ ہوتی تھی اور دلائل قاطع۔ بڑی الجھن یہ ہے کہ ایک طرف ضرورت ترکِ نزاعات کی' دوسری طرف جارح فرقے بحثیں اٹھانے سے باز نہیں آتے۔ ایسے عالم میں مہذب پیرائے میں اگر مخالفِ اسلام نظریات کا جواب شائستگی سے بلا کسی تصادم انگیزی کے دیا جائے تو شاید اس کے بغیر چارہ نہیں۔ ہاں بحث و اختلاف کے شریفانہ اصول طے ہونے چاہئیں' اور اختلافات کے باوجود بنیادی عقائد اور ملت کے مفاد سے متعلق امور میں متحد رہنا چاہیے۔ اس کے لیے علما کی ایک کونسل کی ضرورت ہے۔ (ن۔ص)

نوٹ

اعلان کے مطابق تزئینِ نو کے بعد' ترجمان القرآن ۸۸ صفحات پر شائع ہونا تھا۔ لیکن بعض ناگزیر وجوہ کی بنا پر ۸۸ صفحات پر مشتمل ترجمان ستمبر کی بجائے نومبر ۱۹۹۳ سے شائع ہو گا۔ انشاء اللہ۔ جن احباب نے ستمبر ۱۹۹۳ سے سالانہ خریدار کی حیثیت سے مبلغ ایک سو روپے بھیجے ہیں' انہیں ستمبر ہی سے پرچہ بھیجا جا رہا ہے۔ ان کی خریداری مدت ستمبر ۱۹۹۴ تک شمار ہو گی۔ (ادارہ)

اعتزار

اگست ۱۹۹۳ کے ترجمان القرآن میں رسائل و مسائل کے آخر پر غلطی سے ملک غلام علی کی بجائے ملک غلام نبی شائع ہو گیا۔ قارئین تصحیح فرمالیں۔ اس سہو پر ادارہ محترم ملک غلام علی صاحب سے معذرت خواہ ہے۔ (ادارہ)